بسم اللہ الرحمن الرحیم
پیغام توحید
ازافادات
شیخ الحدیث والتفسیر
محمود الرشید حدوٹی
پرنسپل جامعہ رشیدیہ مناواں لاہور
ملکہ کوہسار مری کے پر فضا مقام پر جامعہ اشاعت اسلام نیومری میں اجتماع جمعہ میں
پیش کی جانے والی دو نشستوں کی معروضات، ایک نشست میں جامعہ اشاعت اسلام
نیومری سے وابستہ یادوں کا تذکرہ ہے جب کہ دوسری نشست میں پیغام توحید کے
عنوان پر پیغام توحید کیا گیا ہے
ناشر
ادارہ آب حیات ٹرسٹ
غوث گارڈن 2 جی ٹی روڈ مناواں لاہور کینٹ
0300-0321-9458876
Mahmoodhadoti@gmail.com

فہرست مضامین

ابتدائی کلمات

از حضرت مولانا محمد سفارش عباسی صاحب

مدیر اعلیٰ ادارہ اشاعت اسلام نیو مری، شاہ پور اسلام آباد

حضرات محترم: ادارہ اشاعت اسلام نیو مری اور شاہ پور اسلام آباد میں اپنی دینی سرگرمیاں جاری رکھے ہوئے ہے، آج سے کئی سال پہلے ادارہ اشاعت اسلام کے زیر اہتمام یہاں گلہڑہ گلی نیو مری میں جامعہ اشاعت اسلام کی بنیاد رکھی گئی تھی، جامعہ اشاعت اسلام میں جن لوگوں نے ابتدائی زمانے میں تعلیم حاصل کی وہ الحمدللہ اس وقت پاکستان کے مختلف بڑے شہروں میں اپنی دینی سرگرمیاں جاری رکھے ہوئے ہیں، جن ابتدائی طلباء نے جامعہ اشاعت اسلام سے فیض پایا ان میں سے مولانا محمود الرشید عباسی حدوٹی بھی ایک ہیں، مولانا حدوٹی عید الاضحیٰ کے موقع پر مری آئے تو ٹیلی فون پر خیر خیریت دریافت کرنے کے دوران معلوم ہوا کہ آپ اس جمعۃ المبارک کو مری میں ہی ہوں گے، چنانچہ ان سے کہا کہ وہ یہ جمعہ جامعہ اشاعت اسلام میں پڑھائیں، انہوں نے ہامی بھر لی، یہ ہماری سعادت ہے، اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

الحمدللہ جامعہ اشاعت اسلام جو کچھ سال پہلے ایک چھوٹے سے پودے کی شکل میں تھا، آج ایک تناور درخت کی شکل اختیار کر چکا ہے، یہ ہماری سعادت مندی ہے، اس کے فضلاء دین خدمات انجام دے رہے ہیں، مولانا حدوٹی کا خطاب آپ سماعت فرمائیں، آپ توحید کے موضوع پر بیان فرمائیں گے، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ان کے علم و عمل میں برکتیں عطا فرمائے، ان کی دینی خدمات کو اپنی بارگاہ عالیہ میں قبول فرمائے۔ (بیان سے پہلے کہے گئے کلمات مبارکہ)

پیغام توحید

بیان۔ شیخ الحدیث والتفسیر مولانا محمود الرشید حدوٹی

بمقام جامعہ اشاعت اسلام گلہڑہ گلی نیو مری

۲۴ اگست ۲۰۱۸ء جمعۃ المبارک

اَلحَمدُللّٰہِ نَحمَدُہ وَنَستَعِینُہ وَنَستَغفِرُہُ وَنُومِنُ بِہِ وَنَتَوَکَّل عَلَیہِ وَنَعُوذُ بِاللّٰہِ مِن شُرورِ اَنفُسِنَا وَمِن سَیِّئَات اَعمَالِنا مَن یَّھدِہِ اللّٰہُ فَلَاَمُضِلَّ لَہُ وَمَن یُّضلِلہُ فَلَاھادِیَ لَہُ اَمَّابَعدُ فَاستَعِیذُ بِاللّٰہِ السَّمِیعِ العَلِیمِ مِنَ الشَّیطَانِ الرَّجِیمِ بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلاَّ هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ لَا تَأْخُذُهُ سِنَةٌ وَلا نَوْمٌ لَهُ مَا فِي السَّماواتِ وَما فِي الْأَرْضِ مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلاَّ بِإِذْنِهِ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَما خَلْفَهُمْ وَلا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِنْ عِلْمِهِ إِلاَّ بِما شاءَ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّماواتِ وَالْأَرْضَ وَلا يَؤُدُهُ حِفْظُهُما وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ (۲۵۵)البقرہقال النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم من قال لاالہ الااللّٰہ موقنا دخل الجنہ صدق اللّٰہ العظیم وصدق رسولہ النبی الکریم،ونحن علی ذالک لمن الشاہدین والشاکرین

میرے محترم بھائیو، بزرگو اور دوستو! استاذ محترم، استاذ العلماء، نقیب مسلک اہل سنت والجماعت، محسن کوہسار حضرت مولانا محمد سفارش عباسی صاحب دامت برکاتہم العالیہ، جیسے حضرت استاذ محترم نے ابتدائی کلمات میں فرمایا کہ میں مختصر سے وقت کے لیے عید الاضحیٰ کے موقع پر ملکہ کوہسار مری میں آیا ہوں، استاذ محترم کو پتا چلا تو انہوں نے حکم فرمایا کہ جمعہ جامعہ اشاعت اسلام میں پڑھائیں، تو حضرت استاذ محترم کا حکم تھا، جائے رفتن نہ پائے ماندن

یوں استاذ محترم ہماری باہمی ملاقات اور زیارت کا ذریعہ بن گئے، مسلمانوں کی یہ باہمی ملاقات بھی کیا شان رکھتی ہے، قیامت کا دن ہو گا جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے پوچھا جائے گا کہ

اَینَ الْمُتَزَاورِینَ فِیَّ وہ لوگ کہاں ہیں جو میری خاطر ایک دوسرے کی زیارت کیا کرتے تھے؟ اسی طرح اللہ کی طرف سے پوچھا جائے گا کہ اَینَ الْمُتَجَالِسِینَ فِیَّ وہ لوگ کہاں ہیں جو میری خاطر ایک دوسرے کے پاس بیٹھا کرتے تھے

زیارت کا مفہوم

جب ہم چھوٹے چھوٹے ہوتے تھے تو زیارت کا لفظ سنتے ہی ہمارے دل و دماغ میں یہ خیال گردش کرنے لگ جاتا تھا کہ زیارت وہ ہوتی ہے جہاں بہت زیادہ درخت ہوں اور کسی بزرگ کا مزار وہاں پر ہو تو وہ زیارت ہے، اب جب ہم نے کتابیں دیکھیں، مطالعہ کیا، اساتذہ سے سنا اور سیکھا تو پتہ چلا کہ زیارت کا لفظ درست طور پر مسلمان کے ایک دوسرے کا دیدار کرنے پر بولا جاتا ہے، ویسے عربی زبان میں زیارہ کہتے ہیں ملاقات کو، سعودی عرب میں حاجی حج و عمرہ کے لیے جاتے ہیں تو مکہ مدینہ میں ٹیکسی والے بھی آواز لگا کر لوگوں کو بٹھاتے ہیں اور زیارہ زیارہ کی صدا لگاتے ہیں، فارسی زبان میں اس باہمی ملاقات کو دیدار کہہ دیتے ہیں اور عربی میں زیارت کہتے ہیں۔

تو میں عرض کر رہا ہوں کہ قیامت والے دن اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی اس باہمی ملاقات اور زیارت پر فخر کریں گے جو خالص اللہ تعالیٰ کے لیے ہو گی، اللہ پوچھیں گے کہ میری خاطر ملاقات کرنے والے، میری خاطر ایک دوسرے کی زیارت کرنے والے کہاں ہیں؟ تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ہمیں یہ اعزاز عطا فرمائے گا، جو بغیر کسی لالچ، بغیر کسی حرص و ہوس کے ایک دوسرے کا دیدار اور زیارت کرتے تھے۔

ہمارا باہمی تعلق

ہم ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہیں، ہماری باہمی رشتہ داری کیا ہے؟ کہ ہم نبی کریم ﷺ کے امتی ہیں، ہم اللہ کے مؤحد بندے ہیں، توحید مرکز اتحاد ہے، توحید ایسا عنوان ہے جس سے کالے اور گورے کی تمیز مٹ جاتی ہے، عربی اور عجمی کا فرق ختم ہو جاتا ہے، امیر اور غریب کا فرق ختم ہو جاتا ہے۔

جیسے نبی کریم ﷺ نے جبل ابو قبیس کے دامن میں، دار ارقم بن ابی ارقم میں، مسفلہ کی گلیوں میں، جبل فاران کی چوٹیوں پر، جبل عمریہ کے دامن میں توحید کا علم لہرایا، تو اس توحید ی علم کے نیچے روم سے دوڑتا ہوا صہیب رومی آیا، وہ فارس سے چلتا ہوا سلمان فارسی آیا، جو بکتے بکاتے آئے، توحید نے انہیں پہچان دی، لوگ پوچھتے کہ سلمان آپ کے ابا کا کیا نام؟ جواب آتا تھا سلمان ابن اسلام ہے، وہ حبشہ کے بلال، رنگت سیاہ، ہونٹ موٹے موٹے۔

وہ حبشہ میں ایتھوپیا کے تھے، ایتھوپیا کا دارالحکومت ادیس ابابا ہے، ہم افریقی ملک یوگنڈہ جارہے تھے، راستے میں ایک گھنٹہ جہاز یہاں ادیس ابابا میں ٹھہرا تھا، ہمارے جہاز کے دروازے بند تھے، ہمارا دل تڑپ رہا تھا اور جی چاہتا تھا کہ اے کاش! اس جہاز کے دروازے ایک بار کھلیں تو ہم اس سرزمین بلالی پر ایک قدم رکھ کر اعزاز حاصل کریں۔

توصہیب روم سے آئے، بلال حبشہ کے رہنے والے، سلمان فارس سے آئے، توحید کے علم کے نیچے جمع ہو گئے، میرے سرکار نے ان سب کو ایک ہی دھاگے میں پرو ڈالا۔

میرے آقا و مولیٰ نبی کریم ﷺ نے توحید پر ذہن سازی کی، آپ لوگ جانتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے آخری تاجدار نبوت حضرت عیسیٰ

علیہ السلام کو زندہ آسمان پر اٹھالیا، آپ کے بعد قریباً ساڑھے پانچ سو سال تک کوئی نبی، کوئی رسول، کوئی فرستادہ، کوئی پیامبر نہیں آیا، اس زمانے کو زمانہ فترت کہا جاتا ہے، جب کوئی نبی اور رسول نہ آیا تو دین براہیمی پس پشت چلا گیا، لوگوں نے اپنی زبان سے نکلنے والی باتوں کو دین بنایا، اپنے آباؤ اجداد کی رسومات اور ان کے رواجات کو دین بنا کر پیش کیا، رسومات شروع ہو گئیں، دین براہیمی آہستہ آہستہ پس پشت چلا گیا

لوگوں کے بدلے ہوئے عقائد

ساڑھے پانچ سو سال میں لوگوں کے عقائد بدل گئے، لوگوں کے نظریات بگڑ گئے، لوگوں کے خیالات فاسد ہو گئے، اللہ کی طرف سے آنے والے پیغامات میں لوگوں نے ردوبدل کر دیا تھا، پیغمبرانہ تعلیمات کے باعث انسانی دل نرم ہوتے تھے، مگر ساڑھے پانچ سو سال تک جب کوئی نبی ورسول نہ آیا تو لوگ سنگ دل بن گئے۔

زمانہ جاہلیت کا جہالت زدہ باپ اپنے گھر میں بیٹی کی پیدائش کو پسند نہیں کرتا تھا، جب کسی کے ہاں بیٹی پیدا ہو جاتی اسے اطلاع دی جاتی، اسے خوشخبری سنائی جاتی تو افسوس اور دکھ کی وجہ سے اس کا چہرہ سیاہ ہو جاتا تھا، قرآن کریم ہمیں بتاتا ہے کہ اس جہالت زدہ باپ کا چہرہ سیاہ پڑ جاتا تھا، گویا کہ اس کا دم گھٹ رہا ہوتا تھا۔

مکہ کے کافر کہتے تھے کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں، انہیں الزامی جواب دیا گیا کہ تم اللہ کے لیے بیٹیاں تجویز کرتے ہو، حالانکہ اللہ تعالیٰ بیٹے اور بیٹیوں سے بالکل پاک ہے، وہ اکیلا ہے، تمہاری تقسیم کس قدر عجیب ہے کہ اپنے لیے بیٹی کا نام سننا گوارا نہیں کرتے اور اللہ کے لیے بیٹیاں قرار دیتے ہو۔

تو جہالت کا مارا ہوا باپ اپنی لخت جگر بیٹی کو بھلا پھسلا کر کسی گمنام جنگل میں لے جاتا تھا، جہاں وہ اپنے ہاتھوں سے گڑھا کھودتا تھا، یوں گڑھا کھودنے کے بعد یہ سنگ دل باپ اپنی لخت جگر بیٹی کو چٹیا سے پکڑ کر گڑھے میں اتار دیتا تھا، اور پتھر ڈھلے مار

کر اسے موت کے گھاٹ اتار دیتا تھا، بیٹی روتی رہتی تھی، بیٹی چیختی رہتی تھی، مگر سنگدل باپ کے دل پر اس معصوم بیٹی کی چیخ وپکار کوئی اثر نہیں کرتی تھی۔

اس معاشرے کی تصویر علامہ حالی نے اپنی مسدس میں پیش فرمائی ہے کہ

کہیں گھوڑادوڑانے پہ جھگڑا، کہیں پانی پلانے پہ جھگڑا

یہ سلسلہ وہاں چل پڑا تھا کہ لوگ اپنے جانوروں کو پانی پلانے کے لیے گھاٹ پر لے جاتے تھے، کسی کا جانور آگے بڑھ کر پانی پی لیتا تو اس وجہ سے لڑائی کا آغاز ہو جاتا تھا، پھر کتنے لوگوں کے خون اس لڑائی کی وجہ سے ہو جاتے تھے، تلواروں کی تیز دھاروں سے خون ٹپکنا شروع ہو جاتا تھا، تیز دھاریں کند ہو جاتی تھیں مگر انسانی غیظ وغضب ٹھنڈا ہونے کا نام نہیں لیتا تھا، یہ کیا تھا؟ یہ رحمت کائنات ﷺ کی آمد سے پہلے انسانی مزاجوں میں بگاڑ پیدا ہو چکا تھا۔

بیت اللہ اور بت پرستی

ایک وہ وقت آیا جب پیغمبر پاک ﷺ نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ وہ بیت اللہ جس کے بارے میں فرمائے اللہ کہ

إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبارَكاً وَهُدىً لِلْعالَمِينَ

کہ یہ بیت اللہ جسے اللہ تعالیٰ نے پہلے فرشتوں سے بنوایا، انہیں حکم ملا کہ زمین پر بیت اللہ تعمیر کرنا ہے تو فرشتوں نے اس حکم کی تعمیل میں اس قدر کھدائی کر ڈالی کہ تحت الثریٰ تک اتر گئے، اللہ نے پھر اسے بھرنے کا حکم دیا، پھر سطح زمین کے ساتھ اس گھڑے کو بھرا گیا، اس کے بعد آدم علیہ السلام نے اسے بنایا، پھر شیث علیہ السلام نے اسے مٹی گارے سے بنایا، طوفان نوح میں یہ دب گیا تھا، پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام نے بنایا، دس بار بیت اللہ کی تعمیر ہوئی ہے، اس کی تفصیل میں نے اپنے سفر نامہ حرمین میں تحریر کر دی ہے۔

یہ بیت اللہ جب نبی کریم ﷺ نے دیکھا تو بتوں کی آماجگاہ بنا ہوا تھا، اس میں تین سو ساٹھ وہ بت تھے جن کو لوگوں نے اپنے ہاتھوں سے تراشا تھا اور بیت اللہ میں رکھا تھا، یہ تین سو ساٹھ بت انسانی جسم میں موجود تین سو ساٹھ اعضا کی مناسبت سے بنائے گئے تھے، کہ سر درد کے لیے ایک خدا، دانت درد کے لیے ایک خدا، زبان کی تکلیف کے لیے ایک خدا، پیٹ میں مروڑ کو ٹھیک کرنے کے لیے ایک خدا، غرضیکہ انسانی جسم میں جتنے جوڑ اتنے ہی خدا تجویز کر رکھے تھے، وہ ان بتوں کے سامنے اپنی حاجات پیش کرتے تھے، وہ ان کو نفع اور نقصان کا مالک سمجھتے تھے، ان کو عزت اور ذلت کا مالک سمجھا جاتا تھا، وہ ان کو حاجت روا اور مشکل کشا مانتے تھے، وہ ان کے سامنے نذر و نیاز پیش کرتے تھے، ہاتھوں سے تراشیدہ صنم کے سامنے سجدہ ریزیاں کی جاتی تھیں، ان کو مختار کل سمجھا جاتا تھا۔

شرک کے مقابل سراج منیر کی آمد

جب چہار سو شرک عام ہو گیا، کفر کے اندھیرے چھا گئے، مظالم کی انتہاء ہو گئی، ظلم کی چکیاں ہر طرف چلنے لگیں، تو ایسے عالم میں سراجاً منیرہ بن کر رحمت کائنات ﷺ جلوہ افروز ہوئے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا

إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا (٤٥) وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُنِيرًا

اللہ تعالیٰ نے ان اندھیروں کے مقابلے میں ایک سراجا منیرا بھیجا جس کو محمد رسول اللہ کہتے ہیں، آپ ﷺ تشریف لائے تو چاروں طرف سے اندھیرے سمٹنے لگے، روشنی اور اجالا عام ہوا، کفر و شرک کی وادیاں سکڑنے لگیں، اندھیر نگری کے خاتمے کا آغاز ہوا، کفر کے اندھیرے کافور ہوئے، روشنیاں پھیلنے لگیں، آفتاب توحید کی کرنیں ہر سو بکھرنے لگیں۔

رحمت دوعالم ﷺ نے لوگوں کو سمجھایا کہ یہ بیت اللہ اللہ تعالیٰ کی بندگی اور عبادت کے لیے ہے، یہ لوگوں کے لیے بنایا گیا ہے، اس میں اللہ نے برکت رکھی ہے، یہ لوگوں کی رشد وہدایت کے لیے بنایا گیا ہے، اس بیت اللہ میں بتوں کی پوجا پاٹ نہیں کی جاسکتی، بلکہ اس میں ایک رب تعالیٰ کی بندگی کی جانی چاہیے، جبین نیاز ایک اللہ کے سامنے پیش کی جانی چاہیے۔

فاران کی چوٹی پر جلوہ افروزی

بائبل کے بقول آپ ﷺ فاران کی چوٹیوں پر جلوہ گر ہوئے، فاران کی چوٹی صفا پہاڑی کو کہا جاتا ہے، آپ ﷺ اس پہاڑی کے دامن میں پہلے پہل درس توحید دیا کرتے تھے، دارارقم میں بیٹھ کر آپ ﷺ آہستہ آہستہ ذہن سازی کرتے تھے۔

جبل صفا پر چڑھ کر آپ ﷺ نے سب سے پہلے اپنے کو احتساب کے لیے پیش کیا، لوگوں کو دعوت دی، ایک سفید چادر لہرائی، جو اس زمانے میں ایک خاص دعوت کی نشانی خیال کی جاتی تھی، لوگ اس سفید چادر کو دیکھ کر سمجھ جاتے تھے کہ ہمیں کسی خاص مقصد کے لیے دعوت دی جارہی ہے۔

آپ ﷺ کی اس دعوت پر لوگ جوک در جوک صفا پہاڑی پر جمع ہوگئے تھے، بخاری شریف جلد دوم کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ان لوگوں سے ایک سوال کیا کہ لبثت فیکم عمرا میں نے تمہارے اندر زندگی کا ایک حصہ گزارا ہے، تم مجھے بتاؤ کہ تم نے مجھے کیسے پایا؟ سب نے بیک زبان ہو کر کہا کہ جربناک مراراً ایک روایت کے مطابق جربنالک مراراً ہم نے آپ کی کتاب زندگی کا ایک ایک ورق پلٹ پلٹ کر الٹ الٹ کر دیکھا، ماوجدنا فیک الا صدقاً ہم نے آپ کی کتاب زندگی میں صدق وصداقت کے سوا کچھ بھی نہیں پایا، آپ ﷺ نے فرمایا

اچھا تم مجھے اتنا سچا سمجھتے ہو تو پھر یاد رکھو، میں تمہیں ایک ایسا کلمہ بتانا چاہتا ہوں اگر تم اس کلمہ کا اقرار کر لو گے تو عرب والے تمہیں اپنا سردار بنائیں گے اور عجم والے تمہیں جزیہ دے کر رہیں گے، اس پر وہ لوگ فرط مسرت میں خوب اچھلے، کہنے لگے تب تو آپ ایک کلمہ کی بجائے دس کلمے بتائیں، آپ ﷺ نے ان کی اس آواز پر کلمہ توحید لا الہ الا اللہ کا اظہار کیا۔

کلمہ توحید

اس کلمہ کا مفہوم میں اور آپ شاید اس طرح نہیں جانتے جس طرح عرب کے لوگ جانتے تھے وہ اس کلمے کا معنٰی اور مفہوم درست طریقے سے جانتے تھے کہ اللہ سے سب کچھ ہوتا ہے، مخلوق سے کچھ نہیں ہوتا، اللہ ہی نفع اور نقصان کا مالک ہے، اللہ ہی عزت اور ذلت کا مالک ہے، اللہ ہی مختار کل ہے، اللہ ہی حاجت روا اور مشکل کشا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کلمے کا اقرار کرو تو تم لوگ کامیاب ہو جاؤ گے۔

کلمہ کے کلمات توحید سنتے ہی سب سے پہلے جس نے آپ ﷺ کو گالی دی اور پتھر اٹھایا وہ آپ ﷺ کا چچا ابو لہب تھا، جس نے آپ ﷺ کے میلاد پر سب سے پہلے خوشی منائی تھی، اور اسی خوشی میں اس نے اپنی لونڈی ثویبہ کو آزادی کا پروانہ دے دیا تھا، میلاد پر اس نے خوشی منائی تھی، مگر آج صفا پہاڑی کی چوٹی پر مشن میلاد النبی ﷺ کی بات ہو رہی تھی، اس لیے ابو لہب نے آپ ﷺ کو گالی دی اور ساتھ ہی پتھر اٹھا کر آپ ﷺ کی طرف پھینکا اور کہنے لگا کہ

تباً لک یَا مُحَمَّدُ اَلِھٰذَا دَعَوتَنَا،

اے محمد آپ ہلاک ہو جائیں کیا آپ نے ہمیں اسی مقصد کے لیے یہاں جمع کیا تھا؟ کیا ہم تمہارے ایک معبود کی خاطر اپنے اتنے سارے معبودوں کو چھوڑ دیں، کیا ہم آپ کی بات مان کر اپنے آباؤاجداد کی باتوں کو چھوڑ دیں؟

یہ جملہ سن کر کائنات کے غیور و جسور انسان نے برداشت کر لیا، مگر کائنات کے غیور رب نے یہ جملہ برداشت نہیں کیا، اللہ نے ابو لہب کے لیے فرمایا کہ تباہ وبرباد تو ابولہب ہو جائے، اس نے جو کچھ کمایا وہ خسارے میں چلا جائے، یہ دوزخ میں جائے گا، اس کی بیوی بھی تباہ وبرباد ہو جائے گی، انہوں نے میرے پیغمبر کی توہین و تذلیل کی ہے۔

تاج نبوت پا لینے کے بعد نو سال تک آپ ﷺ مکہ مکرمہ کے لوگوں کو دین کی باتیں بتاتے رہے، ان میں تبلیغ کرتے رہے، لوگوں کی اصلاح کرتے رہے، مگر اس قدر سخت محنت کے باوجود مٹھی بھر لوگ ہی دائرہ اسلام میں داخل ہوئے، زیادہ تعداد انہی لوگوں کی تھی جو ستاتے تھے، پریشان کرتے تھے، آپ ﷺ کا مذاق اڑاتے تھے، پھبتیاں کستے تھے، تکلیفیں دیتے تھے، آپ ﷺ کے چچا ابو طالب نے ہر ممکن تعاون کیا، لوگوں کی شر انگیزیوں سے آپ ﷺ کو بچاتے تھے۔

طائف میں پیغام توحید کی گونج

نبوت کے دس سال مکمل ہونے کو ہوئے تو مہربان چچا ابو طالب بھی اس دار فانی سے دارالباقی کی طرف کوچ کر گئے، اس ڈھال کے ہٹ جانے کے بعد کافروں کو ستانے اور آزمائش میں ڈالنے کا ایک اور موقع ہاتھ آگیا، رحمت دوعالم ﷺ نے حکمت عملی اختیار کرتے ہوئے طائف کا سفر کیا، طائف مکہ سے کچھ فاصلے پر ایک پر فضا مقام کا نام ہے، جو مکہ کی بہ نسبت سر سبز و شاداب ہے، جب کہ مکہ میں پتھریلے پہاڑ اور کالے پتھر ہیں، یہاں ہریالی اور سر سبز و شادابی ہے۔

طائف میں قبیلہ ثقیف کی بڑی جماعت آباد تھی، آپ ﷺ کے خیال میں یہ بات آئی کہ اگر یہ قبیلہ دائرہ اسلام میں داخل ہو گیا تو مسلمانوں کو کفار کی طرف سے دی جانے والی آزمائشوں سے چھٹکارہ مل سکتا ہے، ان کے مسلمان ہونے سے دین کی اشاعت ہو گی، دین پھیلے گا، یہاں پہنچ گئے، جہاں قبیلہ کے تین سرداروں سے ملاقات ہوئی، ان سے آپ ﷺ نے گفتگو فرمائی، انہیں اللہ کے دین کی طرف دعوت دی، اور انہیں توجہ دلائی گئی کہ وہ رسول اللہ کی مدد اور نصرت کریں، مگر حیرت کی بات ہے ان لوگوں نے عرب کے روایتی انداز مہمان نوازی کا خیال نہیں کیا، گھر آئے مہمان کی خاطر مدارت بھی نہیں کی، رکھ رکھاؤ بھی نہیں کیا، تکریم بھی نہیں کی۔

تہذیب وشائستگی کے ساتھ ان لوگوں نے بات کی اور نہ ہی آپ ﷺ کو تشریف فرما ہونے کا کہا، الٹا ان میں سے ایک سردار بولا کہ اوہو کیا اللہ نے آپ ہی کو نبی بنا کر ہماری طرف بھیجنا تھا؟ دوسرا بولا کیا تمہارے علاوہ اللہ کو کوئی ایسا شخص نہیں ملا جس کو اللہ تعالیٰ نبی بنا کر اپنی مخلوق کی طرف بھیجتے؟ تیسرا بولا کہ میں تو آپ سے کسی قسم کی گفتگو نہیں کروں گا، اس لیے کہ اگر آپ واقعی نبی ہیں جس طرح آپ دعوے دار ہیں تو آپ کی باتوں سے انکار کسی مصیبت سے خالی نہیں ہے، اگر آپ اپنے دعوے میں سچے نہیں ہیں تو میں کسی ایسے شخص سے گفتگو نہیں کر سکتا۔

ان سرداران قبیلہ ثقیف کی یہ بوجھل کر دینے والی گفتگو سن کر آپ ﷺ نے دوسرے لوگوں کی طرف رخ انور متوجہ کر لیا، انہیں بات سنانا چاہی مگر کسی نے بھی توجہ سے آپ ﷺ کی بات نہیں سنی، بلکہ ایک اعلان کر دیا کہ فوری طور پر طائف سے نکلنے کی کیجیے، جہاں آپ کی پسندیدہ جگہ ہو وہاں چلے جائیے، جب

آپ ﷺ نے ان کی بے رخی، بے اعتنائی، بے التفاتی دیکھی تو واپسی کی راہ لی، تو اس دوران ان شرارتی لوگوں نے شہر کے لڑکوں کو آپ ﷺ کے پیچھے لگا دیا کہ وہ آپ ﷺ کو ستائیں، تکلیف دیں، سنگباری کریں، چنانچہ شہر کے لڑکوں نے آپ ﷺ کے ساتھ وہ تمام تر برا سلوک کیا جو وہ کر سکتے تھے، ان لڑکوں نے آپ ﷺ پر اس قدر پتھر برسائے کہ آپ کے مبارک جسم سے خون کے فوارے پھوٹ پڑے، آپ ﷺ کے نعلین مبارک میں خون بھر گیا، جس سے آپ ﷺ کے مبارک پاؤں جوتی کے اندر ہی چپک کر رہ گئے تھے، جسم خون سے لتھڑا ہوا لے کر آپ ﷺ واپس آئے۔

ایک جگہ پر اطمینان ملا تو آپ ﷺ ستانے کے لیے بیٹھ گئے، پھر آپ ﷺ نے وہاں ایک دعا کی جو کتابوں میں موجود ہے، آپ ﷺ نے عرض کیا کہ

اللَّهُمَّ إِلَيْكَ أَشْكُو ضَعْفَ قُوَّتِي، وَقِلَّةَ حِيلَتِي، وَهَوَانِي عَلَى النَّاسِ، يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ، أَنْتَ رَبُّ الْمُسْتَضْعَفِينَ، وَأَنْتَ رَبِّي، إِلَى مَنْ تَكِلُنى؟ إِلَى بَعِيدٍ يتجَهَّمنى؟ أَمْ إِلَى عَدُوٍّ مَلَّكْتَهُ أَمْري؟ إِنْ لَمْ يَكُنْ بكَ عليَّ غَضَبٌ فَلَا أُبَالِي، وَلَكِنَّ عَافِيَتَكَ هِيَ أَوْسَعُ لِي، أَعُوذُ بنُور وَجْهكَ الَّذِي أَشْرَقَتْ لَهُ الظلماتُ، وَصَلُحَ عَلَيْهِ أمرُ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ مِنْ أَنْ تُنزل بِي غَضَبَكَ، أَوْ يَحِلَّ عليَّ سُخْطُك، لَكَ العُتْبَى حَتَّى ترضَى، وَلَا حولَ وَلَا قوةَ إِلَّا بك

میرے مولا! میں تیری بارگاہ میں شکوہ کناں ہوں، میں اپنی کمزوری اور بے بسی ، اپنی ذلت ورسوائی کی شکایت آپ ہی سے کرتا ہوں، اے رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم کرنے والے اللہ! تو ہی کمزوروں کا رب ہے، تو ہی میرا رب ہے، تو مجھے کس کے سپرد کرتا ہے، کسی اجنبی بیگانے کے جو مجھے دیکھ کر منہ چڑھاتا ہے، یا کسی دشمن کے حوالے کرتا ہے جسے تو نے مجھ پر قابو دے دیا ہے، اے میرے

اللہ! اگر تو مجھ سے ناراض نہیں ہے تو پھر مجھے کسی کی پرواہ نہیں ہے، تیری حفاظت ہی مجھے کافی ہے، میں تیری ذات کے نور کے طفیل جس سے تمام اندھیرے روشن ہو گئے، جس سے دنیا اور عقبیٰ کے سارے کام ٹھیک ہو جاتے ہیں، اس بات سے پناہ مانگتا ہوں کہ مجھ پر تیرا غصہ ہو یا تو مجھ سے ناراض ہو، تیری ناراضگی کا اس وقت تک دور کرنا ضروری ہے جب تک تو راضی نہ ہو، نہ ہی تیرے سوا کوئی طاقت ہے اور نہ ہی کوئی قوت ہے۔

یہ دعائے مصطفے ﷺ از دل خیزد بر دل ریزد کا مصداق تھی، جو بات دل سے نکلتی ہے اثر رکھتی ہے نہیں طاقت پرواز مگر رکھتی ہے، اس دعائے مصطفوی اور نالہ مصطفوی کا جواب عرشوں سے آیا، اللہ نے جبریل کو دوڑایا، جبریل نے آکر عرض کی کہ یارسول اللہ! طائف والوں نے آپ سے جس انداز میں اور جس طرح گفتگو کی ہے وہ آپ کے رب نے سن لی ہے، طائف والوں کے جوابات بھی سن لیے ہیں، ملک الجبال کو اللہ نے آپ ﷺ کی خدمت میں بھیجا ہے، آپ اسے جو چاہیں حکم فرمادیں وہ اس حکم کو پایہ تکمیل تک پہنچائے گا۔

جبریل علیہ السلام کی یہ گفتگو پایہ تکمیل کو پہنچی تو ملک الجبال خدمت نبوی میں پیش ہو کر سلام کرتا ہے، فرشتہ کوہسار نے کہا کہ آپ جو حکم دیں گے میں اسے پورا کروں گا، اگر آپ ﷺ دونوں پہاڑوں کو آپس میں ملانے کا حکم دیں گے تو دونوں پہاڑوں کو ملا دوں گا، ان طائف والوں کو کچل ڈالوں گا، ان کو سرمہ بنادوں گا، رحمت دوعالم ﷺ نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ سے پر امید ہوں کہ اگر یہ مسلمان نہ ہوئے، تو ان کی نسل میں سے ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو اللہ کی بندگی کریں گے، میں ان کی تباہی نہیں چاہتا، میں نہیں چاہتا کہ یہ ملیامیٹ ہو جائیں، میں یہ نہیں چاہتا کہ یہ صفحہ ہستی سے مٹ جائیں۔

میرے آقا نبی کریم ﷺ کی زبان مبارک سے نکلنے والے جملے کی اللہ تعالیٰ نے لاج رکھی اے قدرت والے اللہ! اے نیلی چھت کے مالک تیری ذات پر قربان، اللہ نے اپنے حبیب کی لاج رکھی، وہ لجپال ہے، وہی لج پالتا ہے، اللہ نے اپنے نبی کی لج پالی، اللہ نے اپنے نبی کی زبان سے نکلنے والے جملے کا پاس رکھا، کتنے سالوں بعد حجاج بن یوسف کی حکومت آئی، اسی کے دور میں بنی ثقیف کا ایک سولہ سالہ بچہ عرب کے صحراؤں کو چیرتا ہوا آگے بڑھا، محمد بن قاسم عرب کے صحراؤں کو اپنے پاؤں تلے روندتا ہوا دیبل کے کنارے پر اترا۔

سرائیکی علاقے میں بن قاسم کی آمد

جب میں تبلیغی جماعت میں سال لگا رہا تھا تو ہماری تشکیل سرائیکی علاقے میں ہوئی، یہ راجن پور کا علاقہ تھا، دور دور تک پھیلے ہوئے، وقفے وقفے سے کھجوروں کے درخت میری نگاہوں نے دیکھے تو میں نے مقامی لوگوں سے پوچھا کہ کیا وجہ ہے کہ اس علاقہ میں کھجور کے درخت کسی خاص ترتیب کے ساتھ نہیں لگائے گئے، ایک درخت یہاں ہے، ایک وہاں ہے، اس کی وجہ کیا ہے؟ تو مجھے ان لوگوں نے بتایا کہ مولانا! یہ محمد بن قاسم کی فوجوں کی باقیات ہیں، جب عرب کا یہ سولہ سالہ بچہ عرب کے صحراؤں کو روندتا ہوا دیبل کے کنارے پر اترا، دیبل کراچی کو کہا جاتا تھا، وہاں سے پھر سندھ کے راستے سے ملتان تک پہنچا تو اس کی گزرگاہ یہی سرائیکی علاقے تھے، محمد بن قاسم اور اس کے سپاہی کھجور کھاتے جاتے تھے اور اوپر سے پانی پیتے جاتے تھے، گھٹلیاں پھینکتے جاتے تھ، ان گھٹلیوں سے اللہ نے کھجور کے درخت

کھڑے کر دیے، اس وقت سے لے کر اس وقت تک کھجور کے یہ درخت یونہی ان کی یادیں تازہ کیے ہوئے ہیں۔

محمد بن قاسم کی اس علاقے میں آمد میرے نبی کریم ﷺ کی دعاؤں کا نتیجہ ہے، یوں توحید کا درخت برگ وبار لایا، ثمر آور ہوا، مگر توحید کا پیغام پہنچانے میں میرے پیغمبر ﷺ کا پاکیزہ خون بہہ گیا۔

جسم اطہر لہولہان

آپ ﷺ کے پاکیزہ جسم سے خون بہہ گیا، ایسا جسم جب ان قرآنی آیات سے مفہوم اخذ کرنے والے مفسرین وہاں تفسیر لکھتے ہیں تو ترنگ میں آکر اس کی تعبیریں اور تفسیریں کرتے ہیں، جب قرآن میں والضحیٰ آیا تو مفسرین کرام ترنگ میں آکر ،فرط جذبات محبت میں آکر ترجمہ کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ اس سے مراد آقائے نامدار، تاجدار مدینہ، مراد المشتاقین، راحۃ للعاشقین ﷺ کے نورانی چہرے کا ذکر ہے، یہ آپ ﷺ کے نورانی مکھڑے کا ذکر ہے۔

جب قرآن میں واللیل کا ذکر ہے تو مفسرین کرام فرط جذبات محبت میں اس کا ترجمہ کرتے ہیں کہ اس سے آپ ﷺ کی زلف سیاہ مراد ہے، جب قرآن میں مازاغ البصر آئے تو مفسر لکھ دیتا ہے کہ یہ آقائے نامدار کی آنکھوں کا تذکرہ ہے، جب آپ مکہ کی دھرتی پر چلتے ہیں تو مفسرین کرام بتادیتے ہیں کہ اس دھرتی پر قدم رنجہ ہونے کے باعث ہی اللہ اس شہر کی قسمیں کھاتا ہے کہ لااقسم بھذالبلد، جس جسم کی قسمیں کھائی گئیں۔

اللہ بتانا چاہتا ہے کہ میرے حبیب! یہ دھرتی شرق سے غرب تک، شمال سے جنوب تک، اس دھرتی پر دریا بہائے، نہریں چلائیں، سمندروں کو طغیانی دی،

دھرتی پر درخت اگائے، ان درختوں پر پھل اور پھول آئے، یہ سب کچھ میری قدرت سے عدم سے وجود میں آیا، میرے حبیب! جس دھرتی پر تیرے قدم لگے یہ عام دھرتی نہیں ہے، اس پر میں معرف بالام لگا کر کہتا ہوں کہ **لااقسم بھذاالبلد**، میں اس شہر کی قسم کھاتا ہوں جس میں تو اترتا ہے، جس پر تو چلتا ہے، جس پر تو بیٹھتا ہے، اس جسم سے خون کے فوارے پھوٹے، اس جسم سے خون نکل کر دھرتی کو لالہ زار بنا گیا، تب جا کر توحید کی دعوت عام ہوئی۔

توحید جڑ اور اصل الاصول

میرے دوستو! توحید جڑ ہے، توحید بنیاد ہے، توحید اصل الاصول ہے، جڑ کے ساتھ درخت باقی رہتا ہے، ٹہنی توڑ دو درخت باقی رہتا ہے، پھل اتار لو درخت باقی رہتا ہے، پھول اتار دو درخت باقی رہتا ہے، مگر جڑ ہی کاٹ ڈالو تو درخت باقی نہیں رہ سکتا، درخت پیلا ہو جاتا ہے، درخت خشک ہو جاتا ہے، خشک ہونے کے بعد وہ باقی نہیں رہ سکتا، جڑ اکھیڑ ڈالو تو درخت اکھڑ جاتا ہے، اسے چولہے میں جلا دیا جاتا ہے، اس لیے توحید بنیاد ہے۔

توحید اصل الاصول ہے، باقی جتنے اعمال ہیں وہ اس کی فرع اور شاخیں ہیں، اس لیے اس توحید کے پرچم کو لہرانا ہے، جو آیت میں نے آپ کے سامنے پڑھی ہے

اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلاَّ هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ لَا تَأْخُذُهُ سِنَةٌ وَلا نَوْمٌ لَهُ مَا فِي السَّماواتِ وَما فِي الْأَرْضِ الخ

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، وہ حی اور قیوم ہے، وہ خود زندہ ہے اور دوسروں کو بھی زندہ رکھتا ہے، دوسروں کو بھی تھامے ہوئے ہے، اسے نیند آتی ہے اور نہ ہی اسے اونگھ آتی ہے، جو کچھ زمین و آسمان میں ہے اسی کا ہے وہی ان ساری

چیزوں کا مالک ہے، ساری چیزیں اسی کے قبضہ قدرت میں ہیں، محشر کا ہنگامہ جب برپا ہو گا تو اس کے سامنے کوئی دم نہیں مار سکے گا، اس کے سامنے اس کی اجازت اور اذن کے بغیر کوئی سفارش اور شفاعت نہیں کر سکے گا، شفاعت وہی کر سکے گا جسے اجازت ملے گی

لفظ حیّ عربی زبان میں زندہ کے لیے بولا جاتا ہے۔ اللہ جل شانہ زندہ ہے ہمیشہ سے ہے ہمیشہ رہے گا۔ اس کی ذات وصفات ازلی وابدی ہیں جن کو کبھی بھی زوال نہیں، اور قَیُّوْمُ مبالغہ کا صیغہ ہے، قائم خود قائم رہنے والا اور قیوم قائم رکھنے والا، ساری کائنات اللہ تعالیٰ شانہ کی مخلوق ہے اور اس نے ان سب کو وجود دیا ہے اور اسی کے اذن و مشیت سے سب کا وجود قائم ہے، کائنات کے سب احوال اسی کی مشیت اور قدرت سے متغیر و متبدل ہوتے ہیں اور وہ جس کو جس حال میں چاہے رکھتا ہے۔

(اس کو نہیں پکڑتی ہے اونگھ اور نہ نیند) سِنَۃ ہلکی نیند کو کہتے ہیں جس کا ترجمہ اونگھ ہے۔ اور نوم سو جانے کو کہا جاتا ہے جس میں ہوش وحواس بالکل ہی قائم نہیں رہتے۔ اللہ تعالیٰ شانہٗ اونگھ اور نیند دونوں سے برتر اور بالا ہے، مخلوق کو تھکن دور کرنے اور آرام پانے کے لیے نیند کی ضرورت ہوتی ہے۔ اللہ جل شانہٗ کو کسی طرح کی کوئی بھی تھکن نہیں ہوتی اور نہ ہو سکتی ہے۔ اس لیے اسے نہ نیند آسکتی ہے نہ آتی ہے۔

مخلوق کا یہ حال ہے کہ کام کرتے کرتے تھک جائیں تو نیند غالب ہو جاتی ہے، سونا نہ چاہیں تب بھی نیند دبا لیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نہ اپنے اختیار سے سوتا ہے نہ اسے نیند کا غلبہ ہوتا ہے۔ لفظ لاتَاْخُذُہٗ میں بتایا کہ اللہ تعالیٰ پر نیند غلبہ نہیں پا سکتی۔ جب ہلکی نیند یعنی اونگھ بھی اسے نہیں پکڑ سکتی تو بڑی نیند کیسے غلبہ پائے گی۔ نیند مخلوق کی صفت ہے جو خالق کائنات کے حق میں عیب و نقص ہے اسی لیے حدیث شریف میں فرمایا

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَنَامُ وَلَا يَنْبَغِىْ لَه اَنْ يَّنَامَ

"یعنی اللہ نہیں سوتا اور نہ یہ اس کی ذات کے شایان شان ہے کہ وہ سوئے۔

پھر فرمایا:یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَ مَا خَلْفَهُمْ

اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ مخلوقات کے آگے اور پیچھے ہے یعنی ان کے امور دنیویہ واخرویہ کااس کو پوری طرح علم ہے۔

بعض مفسرین نے اس کی تفسیر میں لکھاہے کہ عمل کرنے والوں کے جو اعمال اچھے برے سامنے ہیں وہ ان کو بھی جانتا ہے اور جو پہلے کر چکے ہیں ان کو بھی جانتا ہے، غرض کہ اس کا علم پوری مخلوق کو اور مخلوق کے احوال و اعمال و افعال سب کو پوری طرح محیط ہے۔

وَ لَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖ اِلَّا بِمَا شَآءَ اور بندوں کو اللہ کی معلومات میں سے بس اسی قدر علم ہے جتنا اس نے چاہا، جس کسی مخلوق کو جتنا بھی علم ہے وہ اللہ تعالیٰ کے عطا فرمانے سے ملا ہے۔ ان میں سے کسی کا کوئی علم ذاتی نہیں ہے اور نہ کسی کا علم ساری معلومات الٰہیہ تک محیط ہے۔

وَسِعَ كُرْسِیُّهُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ کہ گنجائش ہے اس کی کرسی میں آسانوں کی اور زمینوں کی، اس میں کرسی کی وسعت بتائی ہے اور یہ فرمایا ہے کہ اس کی کرسی میں آسمان اور زمین سب سما سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ شانہٗ نشست و برخاست سے اور جگہ و مکان سے بالاتر ہے۔ اور منزہ ہے۔

اس طرح کی آیات کو علماء کرام متشابہات میں شمار فرماتے ہیں جن کا حکم یہ ہے کہ ان کے اس معنیٰ و مفہوم پر ایمان لائیں کہ ان کا جو مطلب اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہے میں اس پر ایمان لاتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کو مخلوق پر قیاس بھی نہ کریں، عرش اور کرسی دونوں کا ذکر قرآن مجید میں وارد ہوا ہے۔

علامہ محمود آلوسی حضرت ابن عباس کا فرمان نقل کرتے ہیں کہ اگر ساتوں آسمان اور ساتوں زمینوں کو الگ الگ پھیلا دیا جائے تو کرسی کے مقابلہ میں سب مل کر ایسی ہوں گی جیسے جنگل میں کوئی چھوٹی سی گول چیز پڑی ہو۔

علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ کرسی عرش کے علاوہ ہے۔ اور کرسی عرش کے سامنے اتنی چھوٹی ہے جیسے چھوٹی سی گول چیز میدان میں پڑی ہو۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وَ لَا یَؤْدُہٗ حِفْظُھُمَا کہ اللہ تعالیٰ کو آسمان و زمین کی حفاظت بھاری نہیں ہے۔ چونکہ وہ خالق ہے اور مالک ہے اس لیے اس کی کوئی بھی مخلوق خواہ آسمان ہو خواہ زمین اس کے علم سے اور اس کی حفاظت سے باہر نہیں۔ مخلوق عاجز ہے وہ اپنی جیسی مخلوق کی حفاظت سے بھی عاجز ہے اللہ تعالیٰ خالق و مالک ہے وہ اپنی ساری مخلوق کا نگران و نگہبان ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وَ ھوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ کہ اللہ تعالیٰ برتر ہے اور عظمت والا ہے۔

یہ آیت الکرسی کہلاتی ہے، قرآن کریم کی سب سے بڑی آیت ہے، اس میں میرے رب کی صفات عالیہ بیان کی گئی ہیں، اس کی صفات الوہیت کو آشکارا کیا گیا ہے، اس کی وحدانیت بیان کی گئی ہے، اس کے علم، اس کی قدرت، اس کے ارادے کو بیان کیا گیا ہے، یہ واضح کیا گیا ہے کہ وہ اکیلا رب موجود ہے، وہ اپنی الوہیت میں منفرد اور یکتا ہے، وہ واجب الوجود لذاتہ ہے، وہ موجد لغیرہ ہے، وہ تحیز اور حلول سے پاک ہے، وہ تغیر و فتور سے مبرا ہے، وہ بادشاہوں کا بادشاہ ہے، وہ شہنشاہ حقیقی ہے، وہ اصول و فروع کو عدم سے وجود میں لانے والا ہے، وہ مالک و قادر ہے، اس پر کوئی چیز مشکل نہیں ہے، وہ بلند و متعال ہے۔

اللہ تعالیٰ کی کمال قدرت

دوستو! قیامت کا دن ہو گا، حدیث شریف میں ہے کہ ساری کائنات اللہ تعالیٰ کی ایک انگلی پر ہو گی، ساتوں زمینیں اللہ کی ایک انگلی پر ہوں گی، ساتوں آسمان اللہ تعالیٰ کی ایک انگلی پر ہوں گے، سارے دریا ایک انگلی پر، سارے سمندر ایک انگلی پر، سارے درخت ایک انگلی پر ہوں گے، پھر اللہ تعالیٰ اپنی مٹھی بند کر کے اسے حرکت دیں گے، اور فرمائیں گے کہ

این الملوک ، ایم الجبابرہ ، این ملک الملوک ؟

کہاں ہیں بادشاہی کے دعویدار؟ کہاں ہیں شہنشاہی کے دعویدار، اللہ کی طرف سے اعلان ہو گا کہ آج کس کی بادشاہی ہے؟ آج کس کی حکومت ہے؟ آج کس کی شہنشاہی ہے؟ کوئی جواب نہیں دے سکے گا، سب چپ ہوں گے، سب پر مہر خامشی چھائی ہو گی، انبیاء چپ ہوں گے، اولیاء چپ ہوں گے، ملائکہ خاموش ہوں گے، چالیس سال تک سناٹا چھایا رہے گا، چالیس سال کے بعد اللہ کی طرف سے ہی جواب آئے گا کہ **للہ الواحدالقھار** آج ایک اکیلے زبردست اللہ کی بادشاہی ہے۔

اس زمین وآسمان کا مالک اللہ ہے، جس نے جب اس دھرتی کو بنایا تو اس نے حرکت شروع کر دی، پھر اللہ نے پہاڑوں کو زمین میں گاڑھ دیا، زمین نے حرکت ختم کر دی، اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کے ذریعے زمین کو مضبوطی عطا فرمائی۔

یہ اسی اللہ کی طاقت سے کھڑے ہیں، جس اللہ نے پانی کے اوپر اس زمین کو بچھایا، جس کی طاقت اور قوت سے یہ سارا نظام ہستی قائم دائم ہے، وہ جب چاہے گا یہ سب تڑاک سے ٹوٹ پھوٹ جائے گا۔

اسی اللہ کی طاقت، الوہیت، قدرت، رحمت کو سمجھانے کے لیے تبلیغی جماعت کے یہ درویش پوری دنیا میں گھوم رہے ہیں، کوئی چالیس دن کے لیے، کوئی

چار ماہ کے لیے، کوئی سال کے لیے، کوئی ساری زندگی اسی کام میں کھپا دیتا ہے، یہ سمجھانے کے لیے کہ اللہ ہی سے سب کچھ ہوتا ہے اور اللہ کے غیر سے کچھ نہیں ہوتا، ساری دنیا میں یہ درویش پھر رہے ہیں، ان کی نقل و حرکت سے آج توحید کی صدائیں دنیا میں گونج رہی ہیں۔

تبلیغی جماعت اور توحید

میں نے افریقہ کے تپتے صحراؤں اور سلگتے ریگزاروں پر تبلیغی جماعت کو چلتے دیکھا ہے، ہم افریقی ملک یوگنڈہ پہنچے، ہم ایک دن دریائے نیل کے سرچشمہ کو دیکھنے کے لیے یوگنڈہ کے دارالحکومت کمپالا سے جینجا کی سمت نکلے، جینجا کمپالا سے ایک گھنٹہ کی مسافت پر ہے، راستے میں ہمیں ایک غریب سی عمارت دکھائی دی، جہاں چھوٹے چھوٹے منے منے کالے افریقی بچے دکھائی دیے، ہم کچھ دیر وہاں رکے، پتہ چلا کہ یہ یتیم خانہ کی ایک مختصر سی عمارت ہے، اسی یتیم خانہ میں تبلیغی جماعت بھی آئی ہوئی تھی، جو ایک سال کے لیے یوگنڈہ میں کام کررہی تھی، یہ خانیوال کی جماعت تھی۔

افریقہ میں پنتالیس ملک ہیں، ان ملکوں میں تبلیغی جماعتیں کام کررہی ہیں، ہر جگہ پر ایک ہی صدا لگ رہی ہے کہ اللہ ہی سے سب کچھ ہوتا ہے، اللہ کے ارادے اور چاہت کے بغیر کسی اور سے کچھ بھی نہیں ہوتا، یہی لوگ اللہ کی عظمت کے پھریرے اور توحید کے علم دنیا بھر میں لہرا رہے ہیں۔

توحید کی یہ آواز جب لگتی ہے تو توحید عام ہوتی چلی جاتی ہے، جب توحید کی آواز لگتی ہے تو توحید کے پھیلاؤ کی وجہ سے شرک کی منڈیاں ویران ہونے لگتی ہیں، جب سنت کی آواز لگتی ہے تو بدعات دم توڑ جاتی ہیں، اس لیے حق والوں کا، توحید والوں کا یہ سفر جاری و ساری رہنا چاہیے۔

ہم نے ان تبلیغی جماعت والوں کو انڈونیشیا کے دارالحکومت جکارتہ میں دیکھا، جب ہم انڈونیشاء کے دارالحکومت سے ایک ڈیڑھ گھنٹے کی مسافت پر موجود بوگور شہر سے واپس ائرپورٹ پر پہنچے تھے، ہم نے دیکھا کہ وہاں رائے ونڈ تبلیغی مرکز کے طلباء موجود تھے۔

رحمت کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا

من قال لاالہ الاالله موقنا دخل الجنۃ

جس نے یقین کے ساتھ لا الہ الا اللہ کہا وہ جنت میں جائے گا۔

رحمت دوعالم ﷺ نے فرمایا کہ چار چیزوں پر ایمان لائے بغیر ایمان نہیں ہو سکتا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس بات کی گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، اور میں محمد رسول اللہ ﷺ اللہ کا رسول ہوں، اللہ تعالیٰ نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا ہے، اور موت پر ایمان لائے، موت کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے پر ایمان لائے، تقدیر پر ایمان لائے۔

توحید والا بندہ جنت میں جائے گا مگر مشرک اس قدر بدبخت اور بدنصیب ہے کہ اس کے لیے اٹل فیصلہ آچکا کہ اس کی بخشش نہیں ہو گی، اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا

إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَشاءُ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلالًا بَعِيداً

اللہ تعالیٰ اس بات کو معاف نہیں کرتے کہ کوئی ان کے ساتھ شریک ٹھہرائے، اس کے علاوہ اللہ جسے چاہیں گے معاف کر دیں گے، اور جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا وہ کھلی گمراہی میں جا پڑا۔

اگر بندہ شرک کی گندگی سے آلودہ نہیں ہوگا تو اس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرایا، ایسے شخص کو عذاب نہیں دیا جائے گا، ایسا شخص مؤحد ہے اسے اللہ تعالیٰ جنت عطا فرمائیں گے، وہ شخص ہمیشہ ہمیشہ جنت میں رہے گا، اللہ کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوگا، اور جس نے شرک کیا اس پر جنت حرام قرار دی گئی ہے۔

رحمت دوعالم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کی بندگی بجالاؤ اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، فرض نماز قائم کرو، فرض زکوٰۃ ادا کرو، رمضان المبارک کے روزے رکھو، یہ احکامات بجالانے والا، توحید کا علم تھامنے والا جنت میں جائے گا۔

رحمت کائنات ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ بندے اپنے رب کی عبادت وبندگی کریں، کسی کو بھی اس کا شریک نہ ٹھہرائیں، اور بندگان خدا کا اللہ تعالیٰ پر یہ حق ہے کہ جو کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرائے وہ اسے عذاب نہ دے۔

رحمت کائنات ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا حق لوگوں پر یہ ہے کہ اس کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں، جب لوگ ایسا کریں تو اللہ پر حق یہ ہے کہ پھر انہیں عذاب نہ دے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی اور سمجھ کی توفیق عطا فرمائے۔

رسالہ "اشاعت اسلام"

دوستو! آخر میں یہ عرض کردوں کہ ادارہ اشاعت اسلام کا ترجمان رسالہ "اشاعت اسلام" کی پھر سے اشاعت ہورہی ہے، اس کے ساتھ تعلق بنائیں، اسے خریدیں اور اسے عام کریں، نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کا دن ہوگا، جب لوگوں کے اعمال تلیں گے تو ایک بندہ مؤمن کا نامہ اعمال کمزور ہوگا، ترازو کا ایک پلڑا جھک جائے گا، اس کے نامہ اعمال کو وزن دار کرنے کے لیے بادل کا

ایک ٹکڑا کاغذ کی شکل میں اڑتا ہوا آئے گا، جو ترازو کے اس پلڑے میں پڑ جائے گا جو کمزوری کی وجہ سے جھک رہا ہو گا، پوچھا جائے گا کہ یہ کیا ہے؟ بتایا جائے گا کہ اس بندے کے نامہ اعمال کو آج اللہ نے وزن دار بنایا ہے جو دنیا میں دین کا کام کیا کرتا تھا۔ اس لیے اشاعت اسلام رسالہ کو عام کرنے میں ادارہ کے ساتھ تعاون کریں۔ جزاکم اللہ

(بیان: ۲۴ اگست ۲۰۱۸ء بروز جمعۃ المبارک، جامعہ اشاعت اسلام نیو مری)

بِسمِ اللّٰہِ وَالصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُولِ اللّٰہِ، اَمَّابَعدُ

استاذ العلماء، محسن کوہسار، حضرت مولانا محمد سفارش عباسی صاحب مدظلہ العالی، بانی و مہتمم جامعہ اشاعت اسلام، مدیر اعلیٰ ادارہ اشاعت اسلام، مخدوم العلماء حضرت مولانا جمیل اصغر صاحب مدظلہ العالی، علماء کرام، عزیز طلباء کرام معزز سامعین کرام، جامعہ اشاعت اسلام میری مادر علمی ہے، حضرت اقدس مولانا

محمد سفارش عباسی صاحب دامت برکاتہم العالیہ ہمارے استاذ ہیں، ان کے ایک ارشاد پر اپنی ساری مصروفیات بالائے طاق رکھ کر یہاں حاضری دینا ہمارے لیے باعث سعادت ہے۔

آج سے سینتیس سال پہلے اپریل ۱۹۸۰ء میں مجھے دادا جان حاجی محمد سلیمان صاحب لے کر یہاں تشریف لائے تھے، ہم جب جامعہ کی حدود میں پہنچے تو یہاں طلباء قطار میں کھڑے ہو کر آنے والے مہمانوں کا استقبال کر رہے تھے، اور دونوں ہاتھوں سے آنے والوں کا مصافحہ کر رہے تھے، مجھے آج بھی وہ دلکش اور خوبصورت منظر یاد ہے، یہ سینتیس سال پہلے کے طالب علم تھے، کہ ایک طالب علم داخل ہونے کے لیے آیا اور جو پہلے سے داخل تھے وہ آنے والے طالب علم کا استقبال کر رہے تھے۔

جامعہ کے ابتدائی حالات

یہ وہ دور تھا جب یہاں مشکل ترین حالات تھے، صرف تین کمرہ جات پر مشتمل عمارت تھی، ایک بڑا ہال تھا، میرے ہاتھوں پر آج بھی اس دور کے زخموں کے نشانات باقی ہیں، جو مدرسہ اور مسجد کی بنیادیں کھودنے کے دوران آئے تھے، مدرسہ کے ارد گرد جو کھیل کے میدان بنائے گئے وہ ہمارے ساتھیوں نے اپنے ہاتھوں سے بنائے تھے۔

اسی طرح یہ وہ دور تھا جب یہاں بالن اور ایندھن کا سخت فقدان تھا، اس زمانے میں ٹمبر مافیا پر سرکاری پابندیاں عائد نہیں تھیں، ضرورت کے درجے میں جنگل سے لکڑی کاٹ کر چولہے جلائے جا سکتے تھے، جامعہ اشاعت اسلام کے طلباء کرام اپنے اساتذہ کرام کے ہمراہ مقامی جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر لاتے اور استعمال کرتے تھے۔

اس دور میں پانی کی سخت قلت تھی، دور دور تک پانی نہیں ملتا تھا، ایک آدھ جگہ سے پانی کی سپلائی آتی تھی جو کچھ لوگوں کی نظر بد کا شکار ہو جاتی تو طلباء دور دور سے برتنوں میں پانی بھر کر لاتے تھے، یہ چند ضرورت کے درجہ کی چیزیں تھیں جو طلباء اپنی ہمت کے تحت کرتے تھے، ورنہ اس زمانے میں طالب علموں کی لمبی چوڑی مصروفیات نہیں تھیں، آج ہر شخص کی جیب میں ٹیلی فون موجود ہے، جو وقت کی بربادی اور تباہی کا بڑا ذریعہ ہے، اس زمانے میں ٹیلی فون کرنے کے لیے بازار جانا پڑتا تھا، وہاں ایکسچینج ہوتی تھی، جہاں سے کسی کو فون کرنا پڑتا تو کر لیا جاتا تھا، ڈاک کا نظام فعال تھا، ایک بیکری کی معرفت طالب علموں کے خطوط آتے تھے، اس زمانے میں طالب علموں کی مصروفیات دو ہی تھیں، ایک پڑھنا اور دوسرا لکھنا، انہی دو کاموں پر ان کا وقت صرف ہوتا تھا، کھانے کے لیے جو مشقت برداشت کی جاتی تھی وہ صرف اتنی کہ جامعہ اشاعت اسلام کی عمارت کے سامنے ایک فلک بوس چیڑ کا درخت ہوتا تھا، جس کے ساتھ ایک چولہا بنا ہوا تھا، جس پر سالن ترکاری تیار کی جاتی تھی اور روٹیاں بازار سے منگوائی جاتی تھیں، بعد ازاں باورچی کی خدمات بھی حاصل کی گئیں، باقاعدہ مطبخ معرض وجود میں آیا، آج اس دور کی بہ نسبت طلباء کے لیے مشقت کا سامان کم ہے۔

عقائد نظریات پر محنت

عقائد اور نظریات کے لحاظ سے پورے علاقے پر شرک وبدعات کے سیاہ بادل چھائے ہوئے تھے، توحید و سنت کے مراکز دور دور تک نہ تھے، شرک کی منڈیاں آباد تھیں، آوازہ حق بلند کرنے والی ہستیاں دور دور تک دکھائی نہیں دیتی تھیں، ایسے سخت ترین حالات میں ہمارے استاذ محترم حضرت مولانا محمد سفارش عباسی صاحب نے اپنے مؤحدین دوستوں کے ہمراہ ایک ایسے توحیدی مرکز کا سنگ

بنیاد رکھا جس نے ان مشکل ترین اور نامساعد حالات میں توحید وسنت کی شمعیں روشن کیں۔

جنگل میں منگل

مجھے یاد ہے کہ جب ہمارے جامعہ اشاعت اسلام کا سالانہ جلسہ ہوتا تو ہمارے استاذ مولانا محمد سفارش عباسی صاحب مختلف علماء کرام کو دعوت دیتے، ان کی دعوت پر علماء کرام تشریف لاتے تو وہ لوگ اپنی تقریر کے آغاز میں یہ جملہ ضرور بولتے تھے کہ حضرت مولانا محمد سفارش عباسی صاحب نے یہاں جنگل میں منگل بنایا ہوا ہے، ہمیں بہت عرصے تک اس اردو محاورے سے آگاہی نہیں تھی، بعد میں ہمیں پتا چلا کہ جنگل میں منگل بنانے کا محاورہ اس وقت بولا جاتا ہے جب کوئی شخص کسی ویران اور غیر آباد جگہ کو اپنی بے پناہ توانائیوں اور صلاحیتوں سے آباد کرتا ہے، اسے رونق بخشتا ہے تو اس وقت کہا جاتا ہے فلاں شخص نے جنگل میں منگل بنایا ہوا ہے۔

ہمارے ابتدائی اساتذہ

ہمارے ابتدائی اساتذہ میں حضرت مولانا محمد سفارش عباسی صاحب ہیں، حضرت مولانا فرید احمد آزاد صاحب ہیں، حضرت قاری ممتاز عباسی صاحب ہیں، ان حضرات نے شبانہ روز محنت سے اس گلشن توحید کی آبیاری کی، اس گلشن کے پودوں کو اپنے خون جگر سے سینچا اور پروان چڑھایا، اللہ تعالیٰ میرے سب اساتذہ کرام کو صحت وعافیت نصیب فرمائے۔

جامعہ کا فیضان

یہ ہمارے اساتذہ کرام کا خلوص تھا، جامعہ اشاعت اسلام کی خشت اول میں اخلاص تھا، یہی وجہ ہے کہ جامعہ اشاعت اسلام کے فضلاء اس وقت مؤقر اور مقتدر اداروں میں دینی خدمات میں مصروف کار ہیں، ملکہ کوہسار مری میں مسند افتاء پر فائز

شخصیت حضرت مولانا مفتی خالد حسین عباسی صاحب اسی جامعہ اشاعت اسلام کی پیداوار ہیں، بندہ ناچیز پندرہ سال تک جامعہ اشرفیہ لاہور میں تدریس کے منصب پر فائز رہا، پھر اللہ تعالیٰ نے اسی جامعہ اشاعت اسلام کی بدولت اس بندہ کو توفیق دی کہ اس نے درجنوں کتابیں تحریر کیں، آپ کو یہ بات سن کر خوشگوار حیرت اور قلبی مسرت ہوگی کہ بندہ نے اردو زبان میں ایک ایسی تفسیر تحریر کی ہے جو روئے زمین پر اپنی نوعیت کی اکلوتی تفسیر ہے، جو سوال جواب کی شکل میں ہے۔

اپنی نوعیت کی منفرد تفسیر

میں نے دنیا بھر میں موجود عربی تفاسیر دیکھی ہیں، ان میں علامہ فخر الدین رازی کی تفسیر مفاتیح الغیب المعروف تفسیر کبیر للرازی، علامہ جلال الدین سیوطی کی تفسیر درمنثور، علامہ محمود آلوسی بغدادی کی تفسیر روح المعانی جو تیس جلدوں میں ہے، اسی طرح علامہ ابن کثیر کی تفسیر بہترین تفاسیر میں سے ہے، مگر اس فقیر بندے سے اللہ تعالیٰ نے سوال وجواب کی شکل میں جو تفسیر لکھوائی ہے یہ اپنی نوعیت کی پہلی تفسیر ہے، اگرچہ فیضان انہی اکابرین اور سلف صالحین کا ہے، اپنے پلے کچھ بھی نہیں ہے، اگر کچھ ہے تو وہ اپنے اسلاف صالحین کی خوشہ چینی ہے، ان کے علم کے متلاطم دریاؤں کا شناور ہوں، اس وقت تک پانچ جلدیں شائع ہو چکی ہیں، اللہ تعالیٰ مزید توفیق دے گا تو باقی مجلدات بھی شائع ہو جائیں گی، یہ سب فیض جامعہ اشاعت اسلام کا ہے، یہ میرے اساتذہ کی پر خلوص کاوشوں کا ثمرہ ہے، یہ میرے اساتذہ کا فیض ہے، یہ میرے اساتذہ کی آہ سحر گائیوں کا نتیجہ ہے، یہ انہی کی کیمیا اثر نگاہوں کا فیض ہے۔

شاہ عبد العزیز دھلویؒ کا واقعہ

ہمارے استاذ مولانا محمد سفارش عباسی صاحب نے ہمیں ہمیشہ اخلاص کے ساتھ کام کرنے کا درس دیا تھا، حضرت استاذ محترم مولانا سفارش عباسی صاحب کی ایک تقریر مجھے آج بھی یاد ہے، حضرت استاذ نے واقعہ سنایا تھا کہ دھلی میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دھلوی کی تقریر سننے کے لیے ایک شخص بہت ہی دور سے آتا تھا، ایک جمعہ کو وہ شخص تاخیر سے پہنچا کہ جمعہ کا بیان ختم ہو چکا تھا، بعد میں وہ شخص زار وقطار رونے لگا، کہ اس کے آنسو اس کے رخساروں پر بہنے لگے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دھلوی نے اس سے پوچھا کہ آپ اس قدر کیوں روتے ہیں؟ اس نے کہا کہ شاہ جی! میں آپ کی تقریر سننے کے لیے بہت دور سے آتا ہوں، آج کسی وجہ سے دیر ہوگئی، میں آپ کا بیان نہیں سن سکا، شاہ جی نے فرمایا کہ اس میں رونے اور آنسو بہانے کی کیا بات ہے؟ میں وہ ساری تقریر جو مجمع عام میں سنا چکا ہوں آپ کو بھی سنا دیتا ہوں، چنانچہ حضرت شاہ جی نے وہ تقریر جو منبر رسول پر مجمع عام کو سنائی تھی اس ایک شخص کو بھی مکمل سنا دی، یہ حضرت شاہ جی کا بے پناہ اخلاص تھا کہ انہوں نے سینکڑوں لوگوں کو بھی خطاب سنایا اور ایک شخص کو بھی اسی درد دل سے بات سنائی۔

مولانا سفارش صاحب کا فرمان

ہمارے استاذ حضرت مولانا محمد سفارش عباسی صاحب نے بھی ہمیں اسی اخلاص کا درس دیا، ایک دن تو حضرت استاذ نے فرمایا تھا کہ انسان کی نیت میں جب تک خلوص ہو اس وقت تک کام کرتا رہے، جب انسان کا مقصود اور مطلوب شہرت اور ریاکاری بن جائے تو کام فوراً روک دے، اس لیے کہ شہرت اور ریاکاری انسان کو نقصان پہنچاتی ہے، اس لیے نقصان کی طرف لے جانے والے کام میں ہاتھ نہیں ڈالنا چاہیے

توکل علی اللہ

ہمارے اساتذہ کرام نے نامساعد اور پریشان کن حالات میں رہ کر توکل علی اللہ کام کیا، شجر توحید کی آبیاری کی، سنت رسول کی اتباع کی تعلیم دی، ہمارے اساتذہ کرام کے ہاں بہت بڑے حلقے کبھی مجبوری اور معذوری نہیں بنے، کہ بہت سے لوگ ہمارے پیروکار ہوں گے توکام چلے گا، کسمپرسی ، بے مال ومتاع میں بھی ان حضرات نے کام کیا، ان کے پیش نظر سرکار مدینہ ﷺ کا وہ فرمان ہمیشہ جگمگاتا رہا، جو آپ ﷺ نے مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا تھا کہ اے علی! اگر اللہ تیرے ذریعے ایک شخص کو بھی ہدایت دے دے گا تو یہ تیرے لیے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔

اس زمانے میں ڈالر، درہم، دینار اور یورو کی چھل پہل نہیں تھی، اس زمانے میں بہترین مال سرخ رنگ کا اونٹ ہی ہوا کرتا تھا۔

نامہ اعمال کو وزنی کرنے والا بادل

حضرات محترم ! میں نے اپنی تفسیر میں ایک روایت نقل کی ہے، جس میں آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ قیامت کے دن جب اعمال نامہ تولا جائے گا تو ایک شخص کے ترازو کا ایک پلڑا جھک جائے گا، دوسرا نیکیوں والا اٹھ جائے گا، دیکھتے ہی دیکھتے بادل جتنا ایک ٹکڑا اڑتا ہوا آئے گا جو اس اٹھنے والے پلڑے میں پڑ کر اس کا اعمال نامہ وزنی بنادے گا، پوچھا جائے گا کہ یہ کیا ہے؟ کہ جس نے اٹھتے پلڑے کو جھکا دیا، کہا جائے گا کہ یہ بندہ مؤمن کا نامہ اعمال ہے، جس نے دنیا میں دین کا کام کیا تھا، آج اس کا نامہ اعمال اس بادل کے ٹکڑے کی طرح آنے والے عمل نے وزنی کر دیا ہے، اس لیے جامعہ اشاعت اسلام اور ادارہ اشاعت اسلام کے تحت ہمارے استاذ مولانا محمد سفارش عباسی صاحب دین کا کام کر رہے ہیں، ایک ادارہ یہاں

نیو مری میں کام کر رہا ہے، ایک ادارہ شاہ پور بہارہ کہو میں کام کر رہا ہے، اپنا نامہ اعمال وزنی بنانے کے لیے ان کا ساتھ دیجیے، ان کے ساتھ تعاون کیجیے۔

مجلہ اشاعت اسلام کی نشاۃ ثانیہ

ادارہ اشاعت اسلام کے زیر انتظام مجلہ اشاعت اسلام پھر سے شروع کیا جا رہا ہے، جو آج سے سینتیس سال پہلے جولائی ۱۹۸۰ میں شروع ہوا تھا، اس وقت جولائی کا مہینہ تھا، اس کے بعد نومبر ۲۰۰۰ء تک وقفے وقفے سے شائع ہوتا رہا، اس کے بعد استاذ محترم مولانا محمد سفارش عباسی صاحب پر فالج کا حملہ ہوا، بعد ازاں شوگر اور بلڈ پریشر نے بھی بسیرے کر لیے، جس سے علمی اور تحریکی کام ٹھپ نہیں ہوا تو کم از کم رفتار کار میں کمی ضرور آئی، اشاعت اسلام رسالے کی اشاعت موقوف ہو گئی، اگرچہ اس دوران ندائے اسلام کے نام سے استاذ جی نے ایک اخبار بھی نکالا، کچھ چھوٹے چھوٹے پمفلٹ بھی شائع کیے، مگر مستقل کام میں وہ جوش و خروش باقی نہ رہا، اب الحمد للہ احباب، مخلصین، تلامذہ اور محبین کی دعاؤں نے اپنا کام دکھایا، قدرت والے نے یاوری اور دستگیری کی، استاذ جی کی طبیعت کچھ کچھ سنبھلی ہے، اب ہماری مشاورت طے پا چکی ہے، انشاء اللہ رسالہ اشاعت اسلام دوبارہ سے شروع کیا جا رہا ہے، اس سے پہلے مجلہ اشاعت اسلام کے ۶۳ شمارے شائع ہو چکے ہیں، اب انشاء اللہ اگلے ماہ سے مجلہ اپنی نشاۃ ثانیہ کا آغاز کر رہا ہے، اس رسالے کے مستقل ممبر بنیے، اس قافلے میں دل و جان سے شریک ہو جائیے، یہ بہترین صدقہ جاریہ ہے، علامہ جلال الدین سیوطی نے تصنیف و تالیف کا بہترین صدقہ جاریہ قرار دیا ہے۔

مری قسمت سے الٰہی پائیں یہ رنگ قبول

پھول کچھ میں نے چنے ہیں ان کے دامن کے لیے

(خطاب۔ جامعہ اشاعت اسلام نیو مری، ۷ جولائی ۲۰۱۷، جمعۃ المبارک)

نوٹ۔۔۔اس خطاب کے بعد ادارہ اشاعت اسلام کے بانی اور مدیر اعلیٰ، جامعہ اشاعت اسلام نیو مری اور شاہ پور بہارہ کہو اسلام آباد کے بانی حضرت مولانا محمد سفارش عباسی مد ظلہ العالی نے فرمایا کہ مولانا محمود الرشید حدوٹی کا بیان ساری کانفرنس کا لب لباب اور خلاصہ ہے، میرے خیال کے مطابق اس کانفرنس میں جس قدر اخراجات کیے گئے اس کا مقصد پورا ہو گیا، اللہ تعالیٰ مولانا محمود الرشید حدوٹی کو جزائے خیر دے اور ان کی خدمات کو اپنی بار گاہ میں قبول فرماتے ہوئے ان کو ہم سب کے لیے صدقہ جاریہ بنائے۔ جامعہ اشاعت اسلام نیو مری کے ناظم اعلیٰ اور جامع مسجد کے خطیب حضرت مولانا جمیل اصغر توحیدی نے فرمایا کہ مولانا محمود الرشید حدوٹی نے مجمع کے سامنے اپنے ایمان افروز جذبات کا احسن انداز میں اظہار فرما کر مجمع کے دل جیت لیے ہیں۔